تصورِ پاکستان کا نیا بیانیہ

خلیفہ عبدالحکیم یادگاری خطبہ

پروفیسر فتح محمد ملک

آج سے ایک سو سال پیشتر حیدر آباد دکن میں عثمانیہ یونیورسٹی قائم ہوئی تو علامہ اقبال نے اپنی بجائے خلیفہ عبدالحکیم کو شعبۂ فلسفہ کا صدر بنانے کی تجویز پیش کرتے وقت لکھا تھا کہ: ''خلیفہ عبدالحکیم بھی اقبال ہی ہیں۔'' (۱) خلیفہ عبدالحکیم سے اقبال کی یہ توقعات بیش از بیش پوری ہوئیں۔ انھوں نے نئے حالات میں فکرِ اقبال کی تشریح و توضیح کا فریضہ جس شان کے ساتھ ادا کیا اور ہماری قومی زندگی کو درپیش مشکلات سے پنجہ آزمائی میں فکرِ اقبال ہی کے تسلسل میں جس جرأتِ فکر و اظہار کا ثبوت دیا وہ بے مثال ہے۔ اقبال کے مرشدِ روشن ضمیر مولانا رومی کے فکری اور روحانی کمالات پر اُن کی نصف درجن تصنیفات اقبال اور رومی سے اُن کی گہری محبت کا بیّن ثبوت ہیں۔ اُن کا پی ایچ ڈی کا مقالہ بعنوان The Metaphysics of Rumi صرف مولانا رومی ہی نہیں، مسلمانوں کے فلسفۂ تصوف پر اپنی نوعیت کی واحد تصنیف ہے۔ غالب اور اقبال کی شاعری کی تحسین اُن کی تخلیقی تنقید کا ایک جداگانہ رنگ ہے

لیکن مجھے آج، اس نشست میں، سیاسی نظریہ وعمل کی دُنیا میں اُن کی یادگار خدمات کی جانب اشارہ کرنا ہے۔

قیامِ پاکستان سے لے کر پاکستان کے پہلے وزیرِاعظم، لیاقت علی خان کی شہادت تک تصورِ پاکستان کا بیانیہ بانیانِ پاکستان کے تصورات اور تحریکِ پاکستان کے خواب وخیال ہی کا جیتا جاگتا عکس تھا۔ پاکستان کے پہلے وزیرِاعظم لیاقت علی خاں نے اپنے دورۂ امریکہ (۲مئی سے ۳۱مئی ۵۰ءتک) کے دوران اِس حقیقت کو بہ اعادہ وتکرار بیان کرنا ضروری سمجھا تھا کہ دنیا اِس وقت دو کیمپوں میں بٹی ہوئی ہے، سرمایہ پرست کیمپ اور اشتراکی کیمپ، پاکستان اِن دو میں سے کسی ایک بھی کیمپ کا مقلّد نہیں ہے۔ پاکستان ایک تیسرے راستے پر گامزن ہے اور یہ اسلامی سوشلزم کی راہ ہے۔ چنانچہ دورہء امریکہ کے دوران متعدد نشستوں میں اُن سے اسلامی سوشلزم کے مطلب ومعانی کی وضاحت بھی طلب کی گئی تھی اور یوں اُن کی مختلف تقریروں اور بیانات میں اِس موضوع پر اُن کے خیالات کی تکرار بھی در آئی ہے۔(۲) یہ وہ زمانہ ہے جب خلیفہ عبدالحکیم لاہور میں ادارہء ثقافتِ اسلامیہ قائم کر کے سرمایہ پرست دُنیا اور اشتراکیت پسند دنیا اور ہر دو دنیاؤں کے مشرقی مقلّدین کو اِس باب میں تعبیر و تفہیم کی روشنی بخشنے میں ہمہ تن محو تھے۔اُن کی انگریزی تصنیف بعنوان Islam & Communism اُسی سال شائع ہوئی جس سال کرائے کے ایک قاتل کی گولی نے لیاقت علی خان کو قوم سے چھین لیا تھا۔ پوری کتاب تو ایک طرف اگر اِس کتاب کے صرف دو باب Islamic Socialism اور Islamic Democracy پڑھ لیے جائیں تو اسلام کا مطلب بھی سمجھ میں آ جاتا ہے اور پاکستان کا مطلب بھی۔ ہمارا حکمران طبقہ آج تک اِن کتابوں سے استفادہ نہیں کر سکا۔ اِس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ لیاقت علی خان کی شہادت کے ساتھ ہی تصورِ پاکستان کا بیانیہ بدل کر رکھ دیا گیا تھا۔

ادھر پاکستان سرمایہ داری اور اشتراکیت کے مابین جاری سرد جنگ میں سرمایہ پرست دنیا کا Camp Follower بنا اور ادھر عوامی جمہوریت کی مذمت اور ''مہربان آمریت

'' کی حمد و ثنا شروع ہو گئی۔ امریکی سی آئی اے کے کارندوں نے کاروبارِ حکومت سنبھالا۔ برطانوی ہند کی تربیت یافتہ افسر شاہی مسندِ اقتدار پر یوں متمکن ہوئی کہ اونٹوں تک کے گلے میں Thank you America کی تختیاں لٹکا دی گئیں،قومی آزادی افسانہ وافسوں بن کر رہ گئی اور نوبت یہاں آ پہنچی کہ ایوب کابینہ کے سب سے کم عمر وزیر، ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی کتاب The Myth of Independence کی پہلی سطر میں ہی اِس حقیقت کا اعتراف کر لیا کہ جب وہ ایوب کابینہ میں شامل ہوئے تو اُنھیں پتہ چلا کہ پاکستان میں چھوٹے چھوٹے فیصلوں میں بھی امریکی صوابدید شامل ہوتی تھی۔ یوں جب ہماری آزادی ہی موہوم ہو کر رہ گئی تھی تب تحریکِ پاکستان کے خواب و خیال کیسے نہ دھندلاتے؟ ہماری تاریخ کی المناک ترین حقیقت یہ ہے کہ سرد جنگ کے دوران روسی اشتراکیت کے خلاف امریکہ کی جنگ کو پاکستان اور اسلام کی بقا کی جنگ ثابت کرنے کی خاطر علمائے کرام کی خدمات سے بھی استفادہ کیا گیا۔

یہ ایک مانی جانی ہوئی صداقت ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ اِس سے بھی بڑی صداقت یہ ہے کہ اسلام کے نام پر قیامِ پاکستان کی سرتوڑ مخالفت کی گئی تھی۔ جس زمانے میں پاکستان کا تصور پیش کیا گیا اور پھر یہ تصورِ پاکستان تحریکِ پاکستان بن کر مقبولِ خاص و عام ہوا اُس زمانے میں ہمارے مختلف دینی مسالک کے زعماء نے اِس قومی ، اسلامی تحریک پاکستان کی ڈٹ کر مخالفت کی تھی۔ چند مذہبی مسالک اور مدارس کی جانب سے قیامِ پاکستان کی یہ مخالفت دینِ اسلام کی فرقہ وارانہ تفہیم وتعبیر کا شاخسانہ ہے۔

مصورِ پاکستان اور مفکرِ اسلام علامہ محمد اقبال اسلام کی اُس حقیقی روح کو شہنشاہیت کی گرفت سے نجات دلا کر روحِ عصر سے ہم آہنگ کرنے کی خاطر مسلمان اکثریت کا ایک خطہء خاک حاصل کرنا چاہتے تھے تا کہ اسلام کی اس حقیقی روح کو زندگی کے مختلف شعبوں میں سرگرمِ کار کر کے ایک سچا اسلامی معاشرہ وجود میں لایا جا سکے۔ اُن کے پیشِ نظر طلوعِ اسلام کا وہ اوّلیں دور تھا جب اسلامی معاشرے پر نہ شہنشاہیت مسلط ہوئی تھی اور نہ ہی اِس شہنشاہیت کی دستگیر مُلاّئیت سامنے آئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب دارالعلوم دیوبند سے تحریکِ پاکستان کی

مخالفت اور آل انڈیا کانگرس کے سیاسی مسلک کی حمایت میں مولانا حسین احمد مدنی سرگرمِ عمل ہو گئے تو اقبال نے اُنہیں راہِ راست پر لانے کی خاطر کہا تھا کہ: ''بمصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست / اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبیست'۔ بانیانِ پاکستان حریّت و مساوات اور احترامِ آدمیت کا ایک سچا اسلامی معاشرہ وجود میں لانے کے تمنائی تھے۔ جب مسلمان تو موجود تھے مگر اِن میں شیعہ سُنّی کے سے فرقے ابھی وجود میں نہیں آئے تھے۔ یہ حقیقت تحریکِ پاکستان کے دوران ہندی مسلمانوں کے مختلف اور باہم متصادم فرقہ پرستوں کی فہم و فراست سے بالاتر ثابت ہوئی۔ اِدھر وہ چھوٹی بڑی علمی موشگافیوں میں کھوئے رہے اور اُدھر عامۃ المسلمین نے اپنی اجتماعی رائے سے پاکستان قائم کر دکھایا۔

قیامِ پاکستان کے بعد وہ قیادت ہم سے بہت جلد چِھن گئی جس نے تحریکِ پاکستان کو قیامِ پاکستان کی منزل پر لا پہنچایا تھا۔ اُس کے بعد ہم پر برطانوی تربیت یافتہ سرکاری افسران کی حکومت مسلط کر دی گئی۔ سرد جنگ کے زمانے میں امریکہ کا ساتھ نبھانے کی خاطر اسلام کی بجائے مُلّائیت کی سرپرستی کی گئی۔ سرد جنگ میں شمولیت کا جواز مہیا کرنے کی خاطر ایک نیا بیانیہ تشکیل دیا گیا جس کی رُو سے پاکستان، خدانخواستہ، اشتراکیت کا خاتمہ کر کے دُنیا میں سرمایہ پرستی کا بول بالا کرنے کی خاطر قائم کیا گیا تھا۔ اِس نئے استدلال نے خودمختار پاکستان کی آزاد خارجی اور داخلی حکمتِ عملی کو خیرباد کہہ کر امریکی تابعداری کے جواز مہیا کیے۔ ہر چند فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مذہبی جماعتوں کی سیاسی سرپرستی سے گریزاں رہے تاہم اشتراکیت کے غلبے سے خائف اندرونی اور بیرونی قوتیں اِن مذہبی سیاستدانوں کی خدمات سے بیش از بیش فیضیاب ہوئیں۔ علامہ اقبال نے انتہائی کرب و اضطراب میں یہ سوال اُٹھایا تھا کہ:

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ؟
دُنیا ہے تیری منتظر، اے روزِ مکافات!

مگر اِس نئے سیاسی بیانیہ کی رُو سے اس طرح کا سوال اُٹھانا سرے سے ممکن ہی نہ

رہا۔ اِس کے برعکس دُنیا میں سرمایہ پرستی کے سفینے کی حفاظت ہماری منزلِ مقصود قرار پائی۔ ایوانِ اقتدار کے اندر اور باہر بیٹھے ہوئے سرمایہ پرستوں نے اِس نئی آئیڈیالوجی کو اِس ذوق وشوق کے ساتھ اپنایا کہ منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین ڈاکٹر محبوب الحق کو یہ صدائے احتجاج بلند کرنا پڑی کہ پاکستان کی دولت فقط چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ گئی ہے۔ چنانچہ ایوب خان نے تیسرے پنج سالہ منصوبے کے دیباچہ میں یہ عہد کیا کہ وہ پاکستان کے اقتصادی نظام کو اسلامی سوشلزم کے اصولوں کے مطابق تشکیل دیں گے۔ اس پر ایوب حکومت کے کار پردازان میں سے چند سرمایہ پرست اشتعال میں آ گئے۔ پاکستان کے ۲۳امیر ترین خاندانوں میں سے ایک خاندان کے چشم و چراغ ورنیشنل پریس ٹرسٹ کے چیئرمین اے کے سومار نے اسلامی سوشلزم کے تصور کو فراڈ قرار دیتے ہوئے پاکستان کے بیشتر اخبارات میں اس کی مذمت میں مضامین شائع کیے۔ حنیف رامے، پروفیسر محمد عثمان، صفدر میر اور غلام احمد پرویز سمیت بہت سے دانشوروں نے اسلامی سوشلزم کے تصور کے اثبات میں مقالات لکھے۔ محمد حنیف رامے کے دو ماہی علمی جریدے ''نصرت'' کا ایک ضخیم اسلامی سوشلزم نمبر شائع کیا گیا۔ اِس کے جواب میں جماعتِ اسلامی کے جریدے چراغِ راہ نے اسلامی سوشلزم کے تصور کی تردید میں ''نصرت'' سے دُگنی ضخامت کا اسلامی سوشلزم نمبر شائع کیا۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے اِس بحث کا بازار گرم ہو گیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے قیام کے بعد ذوالفقار علی بھٹو بھی اس بحث میں شریک ہو گئے۔ ۲۹ جنوری ۱۹۶۸ء کو لاہور میں پارٹی کے کارکنان سے خطاب کے دوران اُنھوں نے دعویٰ کیا کہ ''پہلے پہل سوشلزم کے بیج اسلام کے فیضان سے ہی پھوٹے تھے۔ سوشلزم کے تصورات اسلام ہی کی دین ہے۔ یہ آنحضور ﷺ اور خلفائے راشدین کا اسلام ہے جو ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔''(۳) اپنی الیکشن مہم کے دوران، اُنھوں نے، جنوری ۱۹۷۰ء میں سامعین کو یقین دلایا تھا کہ ''اسلامی سوشلزم کے باب میں اُن کا تصور قائداعظم اور لیاقت علی خان کی تعلیمات سے ماخوذ ہے۔''(۴) اسلامی سوشلزم کے تصور کی روز افزوں مقبولیت سے ہمارے رجعت پرست مذہبی حلقوں کی بوکھلاہٹ کا اندازہ ایک سو تیرہ (۱۱۳) علماء کے اس فتویٰ سے

لگایا جا سکتا ہے جس میں اسلامی سوشلزم کے تصور کو اپنانے والے مسلمانوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا گیا تھا۔ یہ دیکھ کر آدمی حیرت میں گم ہو جاتا ہے کہ اس فتویٰ پر مولانا ظفر احمد انصاری، مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا احتشام الحق تھانوی کے دستخط بھی ثبت ہیں۔ یہ جان کر حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہیں رہتی کہ جنرل یحییٰ خان کی وزارتِ اطلاعات کی جانب سے اس فتویٰ کی زبردست تشہیر کے باوجود پاکستان کے غریب عوام نے ذوالفقار علی بھٹو کو اپنا سچا قائد تسلیم کر لیا اور یوں وہ الیکشن جیت کر ایوانِ اقتدار پر قابض ہو گئے۔ بعد ازاں جب ذوالفقار علی بھٹو اقتدار میں آئے تو اسلامی سوشلزم کی بنیاد پر پاکستان کی معیشت کی نئی تشکیل کا عزم باندھا۔ ذوالفقار علی بھٹو شہید نے اپنا کام وہیں سے شروع کیا جہاں پاکستان کے پہلے وزیراعظم شہیدِ ملت لیاقت علی خان چھوڑنے پر مجبور کر دیے گئے تھے۔ یہ شہیدِ ملت ہی تھے جنھوں نے اگست ۱۹۴۹ء میں لاہور کے جلسہء عام سے خطاب کرتے ہوئے بڑی قطعیت کے ساتھ فرمایا تھا کہ:

> ''ہمارے لئے فقط ایک ''اِزم'' ہے اور وہ ہے اسلامی سوشلزم جس کا لُبِّ لباب یہ ہے کہ ہر شخص کو اس ملک میں روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور طبی سہولتوں کے حصول کا مساوی حق ہے۔ وہ ملک جو اپنے باشندوں کو یہ چیزیں فراہم نہیں کرتے، کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ وہ اقتصادی پروگرام جو اب سے ۱۳۵۰ برس پہلے (عہدِ نبوی ﷺ میں) مرتب ہوا تھا ہمارے لیے آج بھی سب سے اعلیٰ ہے۔'' (۵)

بھٹو شہید نے آزاد معیشت کے ساتھ ساتھ آزاد خارجہ پالیسی کی بازیافت کی خاطر مغربی دُنیا کے ساتھ دفاعی معاہدوں سے بھی پاکستان کو نجات دلا دی۔ شہیدِ ملت کی راہ اپنانے کا انجام بھی شہیدِ ملت کا سا ہوا۔ قاتل کی گولی کی بجائے پھانسی کا پھندہ ذوالفقار علی بھٹو کا مقدر ٹھہرا۔ جنرل ضیاء الحق نے، اپنی ہوسِ اقتدار کی تسکین کے لیے پاکستان کے نظریاتی وجود کو ایک نام نہاد شرعی نظام کے نفاذ سے دُھندلانے کے جُرم کا ارتکاب کیا تھا۔ وہ شریعت کے نام پہ

پاکستان کو ایک جدید اسلامی جمہوری ریاست کی بجائے ایک فرسودہ اور ازکار رفتہ آمریت کی شکل دینا چاہتا تھا۔ اپنے اِس مقصد کے حصول کی خاطر اُس نے شریعت کا نام لے لے کر مُلّائیت کی سرپرستی کی۔ جب ۱۹۷۸ء میں افغانستان میں سوشلسٹ حکومت قائم ہوئی اور امریکہ نے اِس روس نواز حکومت کو ختم کرنے کی خاطر مُلّائیت کی سرپرستی کی حکمتِ عملی اپنائی تو ضیاء الحق نے طالبان کے تصورِ شریعت کو اپنے اور امریکہ کے مفیدِ مطلب پایا۔ چنانچہ پاکستان میں بھی ایک ایسی نئی شریعت کے نفاذ کی لَے چھیڑ دی گئی جس کے خدوخال فیض احمد فیض کی نظم ''تین آوازیں'' کے ایک کردار ''ظالم'' میں منعکس ہیں:

جشن ہے ماتمِ اُمید کا آوَ لوگو
مرگِ انبوہ کا تہوار مناوَ لوگو
ساری آنکھوں کو تہِ تیغ کیا ہے میں نے
سارے خوابوں کا گلا گھونٹ دیا ہے میں نے
اب نہ لہکے گی کسی شاخ پہ پھولوں کی حِنا
فصلِ گُل آئے گی نمرود کے انگار لیے
میرا مسلک بھی نیا، راہِ طریقت بھی نئی
میرے قانوں بھی نئے، میری شریعت بھی نئی
اب فقیہانِ حرم دستِ صنم چومیں گے
سرو قد، مٹّی کے بونوں کے قدم چومیں گے
فرش پر آج درِ صدق و صفا بند ہُوا
عرش پر آج ہر اک بابِ دُعا بند ہُوا

ستم بالائے ستم یہ کہ پندرہ بیس برس کے اندر اندر فیض کے ''فصلِ گُل آئے گی نمرود کے انگار لیے'' کے سے اندیشہ ہائے دُور ودراز بھیانک حقائق کا روپ دھار گئے۔ صدر ضیاء الحق نے اپنے غاصبانہ اقتدار کو طُول دینے کی خاطر نام نہاد اسلامائزیشن کا ایک نیا بیانیہ

تراشا جو تصورِ پاکستان کے حقیقی بیانیہ کی مکمل نفی سے عبارت تھا۔ فیلڈ مارشل ایوب خاں نے عوامی جمہوریت کو بنیادی جمہوریت کی شکل دینے کی کوشش کی تھی ۔ جنرل ضیاء الحق نے جمہوریت کی مکمل نفی کی خاطر اسلام کے مقدس نام کو بے دریغ استعمال کیا۔ وہ خود امیر المؤمنین بن بیٹھے اور اپنے چند فرماں بردار افراد کی مجلسِ شوریٰ نامزد کر کے آمریت کا بول بالا کرنے میں مصروف ہو گئے۔ مفکرِ اسلام علامہ محمد اقبال نے یہ خواب دیکھا تھا کہ پاکستان میں اسلام پر سے عرب ملوکیت کی چھاپ کو اُتار کر اسلام کی حقیقی روح کی بازیافت اور پھر اِس روح کو روحِ عصر کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے گا۔ ضیاء الحق کی اسلامائزیشن پاکستان کے اِس حقیقی تصور کی مکمل نفی ہے۔ صدر ضیاء الحق اِس تصور کے برعکس اسلام پر عرب ملوکیت کی چھاپ کو اور گہرا اور مزید نمایاں کرنے کا اہتمام کرنے میں منہمک ہو گئے تھے۔

جب میں بانیانِ پاکستان کے تصورِ پاکستان کی مکمل تردید کا یہ نیا بیانیہ پڑھتا ہوں تو مجھے یاد آتا ہے کہ مظہر علی خان نے اپنے ہفت روزہ View Point کے ایک اداریہ میں ضیاء الحق کی اسلامائزیشن کو سعودی آئزیشن آف اسلام قرار دیا تھا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے اسلام کے موضوع پر سعودی عرب میں منعقدہ بین الاقوامی اسلامی کانفرنس سے متعلق اپنی یادوں کو تازہ کرتے وقت لکھا ہے کہ اِس کانفرنس میں ایک ایسی قرارداد بھی منظور کی گئی تھی جس میں علامہ اقبال کے خطبات کو کفریات قرار دیا جا چکا ہے۔(۶) خاندانی بادشاہت اور اُس کی دست و بازو مُلّائیت کی نگاہ میں اقبال کا سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ اُس کی نظر میں جمہوریت اسلام کا سیاسی آئیڈیل ہے تو مساوات اسلام کا معاشرتی آئیڈیل۔ اقبال کے اِن ہی انقلابی اِسلامی تصورات سے پاکستان کا نظریاتی وجود برآمد ہوا تھا اور انہی تصورات کی سربلندی کی خاطر بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں برصغیر کے مسلمان عوام نے پاکستان کا جغرافیائی وجود تخلیق کیا تھا۔

یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پاکستان میں اسلام کی بجائے ملائیت کی حکمرانی کے امکانات کو ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے پیش از وقت ہی محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ وہ ہمارے نظریاتی

اُفق کوتابناک بنانے کا کارنامہ سرانجام دینے میں جس انہاک اور جس تسلسل کے ساتھ کوشاں رہے اُس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ اُن کی کتاب The Ideology of Islam اُن اسلام پسندوں کی سرمایہ پرست اسلامیت کا انتہائی مؤثر جواب ہے جو سرد جنگ میں امریکہ نواز اسلام ایجاد کرنے میں مصروف تھے۔ اسی طرح اُن کی کتاب ''فکرِ اقبال'' فلسفہ وشعر میں اقبال کے اُن افکار کومنکشف کرتی ہے جنھیں سرد جنگ کے دوران فراموش کرنے کا اہتمام سکہء رائج الوقت تھا۔ اسلامی سوشلزم کا تصورِ اقبال کے اِن انقلابی تصورات میں سے ایک ہے۔ اُن کی عہد آفریں کتابیں تو رہیں ایک طرف اگر آج ہم اُن کے فقط دو مضامین بعنوان: ''مُلّائیت'' اور ''اقبال اور مُلّا'' ہی سے تخلیقی انداز میں استفادہ کرلیں تو مجھے یقین ہے کہ ہم پر ملائیت اور اُس کی زائیدہ تشدد پرستی اور دہشت گردی سے نجات کی راہیں روشن سے روشن تر ہوتی چلی جائیں گی!

حواشی

(۱) ممتاز اختر مرزا نے اپنی کتاب بعنوان ''ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم: سوانح اور علمی و ادبی خدمات'' مطبوعہ ادارہء ثقافتِ اسلامیہ، لاہور (۱۹۷۱ء) میں لکھا ہے کہ: جب عثمانیہ یونیورسٹی قائم ہوئی تو علامہ اقبال کو فلسفے کی پروفیسری کی پیش کش کی گئی۔ علامہ اقبال نے خلیفہ عبدالحکیم سے فرمایا کہ ''چیف منسٹر سر اکبر حیدری کا خط آیا ہے کہ عثمانیہ یونیورسٹی کھلی ہے اور اُنھیں فلسفے کے لیے پروفیسر کی ضرورت ہے۔ اِس کا جواب میں نے سر اکبر حیدری کو لکھ دیا کہ میں ایسا آدمی بھیجنا چاہتا ہوں جس کی بابت آپ محسوس کریں گے کہ وہ بھی اقبال ہے۔'' (صفحہ ۱۵)

(۲) تفصیلات کے لیے دیکھیے: لیاقت علی خان، Pakistan: The Heart of Asia، کولمبیا یونیورسٹی پریس، ۱۹۵۱ء

محمد رضا کاظمی، Liaquat Ali Khan-His life and work، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۳ء

(۳) ذوالفقار علی بھٹو، Awakening the People: Statements, Articles, Speeches، ۱۹۶۶-۱۹۶۹ء، (راولپنڈی: پاکستان پبلیکیشنز، سن ندارد) صفحہ ۵۴

(۴) بھٹو، Marching Towards Democracy: Statements, Articles, Speeches، ۱۹۷۰-۱۹۷۱ء، (راولپنڈی: پاکستان پبلیکیشنز، سن ندارد) صفحات، ۲۱، ۳۰، ۱۵۷

(۵) تفصیلات کے لیے دیکھیے: سید سبطِ حسن، نویدِ فکر، کراچی، ۱۹۸۲ء، صفحہ ۷۵

(۶) مضمون بعنوان ''مسلم ثقافت کا روشن چہرہ''، مطبوعہ معاصر، لاہور، دسمبر ۲۰۱۳ء